ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.5,Issue No.3(2023)
(October to December)

عبداللہ حسین کے افسانوں میں مہاجرت کی جہات

Aspects of Migration in Abdullah Husain's Short Stories

ڈاکٹر محمد اشرف

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، ایمرسن یونیورسٹی، ملتان

زرغونہ کنول

صدرِ شعبہ اُردو، گورنمنٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین، ممتاز آباد، ملتان

ڈاکٹر فرحانہ کنول

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج، سلانوالی، سرگودھا

Dr. Muhammad Ashraf
Assistant Professor, Department of Urdu, Emerson University, Multan
Zarghona Kanwal
Head of Urdu Department,Govt, Graduate College,Mamatazabad for Women, Multan
Dr.Farhana Kanwal
Assistant Professor,Department of Urdu, Govt.Associate College,Sillanwali,Sarghoda

Abstract:
Migration is the dominant theme in Abdullah Husain's fiction. It becomes a reference to his identification in Urdu literature. Migration is not only the part of his novels but also his favorite subject in his short stories. He has created short stories while making migration his main theme and touched the heartstrings of the readers. He has depicted such pathetic and painful scenes in his short stories that readers would be in shock and awe while imagining these scenes. Sometimes even it becomes difficult to stop tears. In short, we can say that he has created master pieces with his theme of migration.

Keywords: : Abdullah Hussain, Fiction, migration, types of migration, Problems of migration, master pieces, theme.

عبداللہ حسین اُردو ادب کے مشہور و معروف ناول نگار اور افسانہ نگار ہیں۔ اردو ادب میں ان کی وجہ شہرت ناول نگار کی ہے انھوں نے اردو کے پانچ شاہکار ناول لکھے ہیں جس میں زیادہ شہرت "اداس نسلیں" اور "نادار لوگ" کو حاصل ہوئی۔ ان دو ناولوں کی بدولت ان کی اردو ناول نگاری میں اپنی شناختی ہے جو انہیں دوسرے ناول نگاروں سے ایک منفرد مقام دیتی ہے۔ عبداللہ حسین کے یہ دو ناول ترقی پسند نقطہ ء نظر کے حامل ہیں اور بنیادی طور پر ان دونوں ناولوں کا موضوع ہجرت ہے۔ عبداللہ حسین نے ناول نگاری کے ساتھ ساتھ اردو افسانہ نگاری میں بھی شہرت دوام حاصل کی۔ عبداللہ حسین کا پہلا افسانہ "ندی" جو مجلہ 'سویرا' شمارہ ۳۰ میں لاہور سے (۱۹۶۲) میں شائع ہوا۔ اب تک ان کے تین افسانوی مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں اولیت "نشیب" کو حاصل ہے جو ۱۹۸۱ء کو شائع ہوا۔ اس کے بعد ان کے دو افسانوی مجموعے "رات" (۲۰۱۸) اور "فریب" (۲۰۱۲) شائع ہوئے۔ عبداللہ حسین کے افسانوں کا اہم موضوع "ہجرت" ہے، کیوں کہ مصنف کی زندگی کا بیشتر حصہ ملک سے باہر رم گزرا اور وہ خود اس اذیت میں مبتلا ہوئے۔ ہجرت کا دکھ

وہی جانتا ہے جو اس کرب کو برداشت کر چکا ہو اور اس الم ناک کیفیت سے گزر چکا ہو۔ عبداللہ حسین نے ہجرت کے موضوع پر افسانے لکھ کر جذبات و احساسات کا کیتھارس کیا ہے۔ انھوں نے واضح لفظوں میں مہاجرین کی نفسیاتی، داخلی اور سماجی حیثیت و کیفیت کو بیان کیا ہے۔ مزید وضاحت کرنے سے پہلے ہجرت کے بارے میں جاننا ضروری ہے کہ ہجرت کیا ہے جس نے مہاجرین کو ہمیشہ سے دردناک کیفیت میں مبتلا رکھا ہے۔ نسیم اللغات "میں بھی ہجرت سے متعلق ہے۔

"ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ آباد ہونا۔ وطن کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینا"(۱)

فرہنگ آصفیہ میں سید احمد دہلوی لکھتے ہیں۔

"ہجرت: جدائی، مفارقت، وطن کو ہمیشہ کے واسطے چھوڑ دینا، کنبہ سے جدا ہونا، چھوڑ دینا"(۲)

اسی طرح اردو انسائیکلوپیڈیا میں لکھا ہے:

"ہجرت مادہ ہے، ھ، ج، ر، چھوڑ دینا مقاطعہ کر لینا، ترک تعلق کر لینا، ہجرت کے معنی ہیں کسی جگہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہو جانا"(۳)

ہجرت کے لیے انگلش میں لفظ "Migration" آیا ہے۔ جس کا مطلب ترک وطن، نقل مکانی، ایک مقام سے کوچ کر جانا وغیرہ ہے۔ رسمی طور پر اس ہجرت سے مراد سکونت کی تبدیلی ہیں۔ آبائی سکونت کو ترک کر کے اجنبی جگہ پر ڈیرے ڈالنا کے ہیں۔ خان شاہد وہاب ہجرت کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"ہجرت ایک ایسا عمل ہے جس میں افراد، خاندان، یا انسانی گروہ اپنے آبائی ملک، اصل وطن، آبائی علاقے اور پُشتینی زمینوں کو چھوڑ کر کسی دوسرے ملک یا علاقے میں ہمیشہ کے لیے یا وقتی طور پر جا بسیں۔"(۴)

مندرجہ بالا ہجرت کے لغوی و اصطلاحی معنی و مفہوم کو جاننے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہجرت انسانی جبلّت میں شامل ہے، وہ تبدیلی چاہتا ہے اور تغیر کا خواہاں ہے۔ ہجرت انسان خوشی سے کرے یا جبر سے مگر ان میں چند میں سے ایک مقاصد ضرور کار فرما ہوتا ہے۔

- ☆ جان مال، عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے۔
- ☆ جنگ یا جنگ سے پیدا شدہ حالات سے خوف زدہ ہو کر۔
- ☆ ریاستی ظلم و ستم سے بچنے کے لیے۔
- ☆ رزق کی تلاش کے لیے
- ☆ مذہب کی تبلیغ کے لیے
- ☆ رشتہ ازدواج کی وجہ سے
- ☆ ملک کی تقسیم کی وجہ سے
- ☆ پہلے سے ہجرت کر کے جا چکے اہل خاندان کے ساتھ کے لیے

ہجرت ایک پیچیدہ عمل ہے اور اس کے کئی اسباب ہیں۔ اسے کسی ایک خانے میں رکھنا کرنا ممکن ہے۔ انسان جس علاقے وطن یا ملک میں آنکھ کھولتا ہے اور اپنا بچپن گزارتا ہے تو اسے اس زمین کے ٹکڑے سے فطری محبت پیدا ہو جاتی ہے وہ اس کی عزت، آن شان کے لیے جان قربان کرنے کے لیے تیار رہتا ہے وہ سینکڑوں مصیبتیں جھیل کر بھی اپنی مٹی سے جڑا رہتا ہے بعض اوقات ایک ہی غیر

معمولی واقعہ اسے وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ انسان اس آبائی علاقے کو چھوڑ کر باطنی طور پر نہ خوش ہوتا ہے یہ دکھ اسے اندر سے دیمک کی طرح چاٹتا رہتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان مر تو سکتا ہے مگر وطن کی محبت دل سے نہیں نکال سکتا۔ ہجرت کے کئی اسباب و محرکات ہیں جو انسان کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیتے ہیں اسباب و محرکات کی بنا پر ہجرت کی کئی اقسام ہیں۔

مذہبی ہجرت:

تخلیق انسان کے ساتھ ہی اس کو مذہب کا سبق دیا گیا تھا فطرتاً انسان کسی نہ کسی مذہب سے ضرور متاثر ہوتا ہے اور وہ اس مذہب کے عقائد اور تفکرات کی ترویج کے لیے تبلیغ کرتا ہے اور تبلیغ کے لیے اسے سفر اختیار کرنا پڑتا ہے جو ہجرت کے ہم معنوں میں ہے عموماً مذہبی ہجرت سے مراد اللہ خالق کی خاطر ہجرت کرنا اور اس کے نام و پیغام کی سربلندی کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ دینا، اپنے وطن کو خیر آباد کہہ کر کسی دوسری خطہ زمین کی طرف چلتے جانا مذہبی ہجرت کے زمرے میں آتا ہے اگر ہم تاریخ کے اوراق کو کھنگالیں تو کم و بیش ہر پیغمبر، رسول اور نبی کو ہجرت کے کرب میں مبتلا ہونا پڑا۔ انبیاء کرام م سے اول ہجرت حضرت نوح سے منسوب ہے۔ انہوں نے طوفان کے وقت اللہ کے حکم سے دجلہ و فرات سے کوہ جودی کی طرف ہجرت کی۔ یہ ہجرت کا سلسلہ حضرت نوح سے شروع ہو کر حضرت محمد ﷺ پر ختم ہوتا ہے جنہوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور کعبہ کو دیکھا اور فرمایا:

"مکہ! تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے، لیکن تیرے فرزند مجھ کو رہنے نہیں دیتے"(۵)

اسی طرف آپ کے پیروکاروں نے حبشہ اور دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کی اور مذہب کی اشاعت کے لیے مختلف خطوں میں پھیل گئے۔ تاریخ اسلام پر نظر دوڑائیں تو بہت سی مذہبی شخصیات اور مذہبی رہنمائوں نے ہجرت کی۔

سیاسی ہجرت:

سیاست کسی ملک کے شہریوں کے مقدر کو طے کرنے میں نمایاں رول ادا کرتی ہے انسانی زندگی میں سیاست کا تعلق بہت گہرا ہے اور ہماری زندگی میں ہجرت کی سیاست اہمیت بھی قابل توجہ ہے۔ سیاست کا تعلق انسان کے ساتھ روح اور جسم کا ہے۔ جب ایک شارع کے لیے اس کا وطن تنگ کر دیا جاتا ہے تو وہ ہجرت کر کے دوسرے علاقے وطن میں اپنی شریعت کی ترویج کر کے وہ اس سوسائٹی میں انقلاب برپا کر سکتا ہے۔ مثلاً جب مکہ میں مسلمانوں کے لیے دائرہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا تو شارع حضرت محمد ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا اور مدینہ میں اپنی شریعت کی تبلیغ کر کے انقلاب برپا کر دیا اور ایسی ریاست کی بنیاد رکھی جس کی دنیا آج تک مثال دیتی ہے وہ ریاست مدینہ دنیا کی بہترین ریاست تھی۔ سیاست بھی ہجرت کا بہت بڑا محرک ہے۔

ہجرت کی تیسری بڑی وجہ معاش ہے۔ بہتر معاش کی تلاش کے لیے لوگ ایک ملک سے دوسرے ملک یا ایک شہر سے دوسرے شہر کا سفر کرتے ہیں، جہاں رزق کے بہترین ذرائع ہوں وہیں مستقل سکونت اختیار کر لیتے ہیں، یوں یہ لوگ معاشی مہاجر کہلاتے ہیں۔ آج کے دور میں ہجرت کرنا کوئی مشکل نہیں ہے لوگ خوشی سے ترقی و شعور کے لیے دیہاتوں سے شہروں کا رخ کرتے ہیں مگر اصل مسئلہ شناخت کا ہے شہروں میں ان کے مزاج اور میلان جیسا معاشرہ میسر نہیں آتا اور ان کی شناخت مٹ جاتی ہے۔ بڑے بڑے لوگ جو دیہاتوں سے شہروں کی طرف ہجرت کرتے ہیں اور شہروں میں ایسے گمنام ہو جاتے ہیں کہ ہمسائیوں تک کا پتا نہیں ہوتا۔

دفاعی ہجرت:

دفاعی لحاظ سے ہجرت بہت اہم ہے اللہ نے اپنے بندے کو آزاد فطرت سلیم پر پیدا کیا ہے انسان کی صلاحیتیں اس وقت سامنے آتی ہیں جب وہ مکمل آزادی اور بغیر کسی دباو کے زندگی بسر کرتا ہے۔ لیکن ہمارا ملک جاگیر دارنہ نظام کی زد میں ہے، خصوصاً سندھ

اور جنوبی پنجاب میں غلامی کی زندگی بسر کرتے ہیں اور وہ مرضی کے مطابق جذبات و احساسات کا اظہار نہیں کر پاتے۔ طاقت ور کے ظلم و جبر کے خوف کے سبب لوگوں کے لیے ہجرت کرنا مجبوری ہو جاتی ہے، جس کی بڑی مثال ہمیں ہجرت مدینہ سے ملتی ہے کفار ظلم و ستم کرتے تھے جس کے سبب مسلمان خوفزدہ ہو کر غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے مگر جیسے ہی انہوں نے ہجرت کی تو ان کی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آئیں اور انہوں نے اس وقت کی سب سے بڑی طاقتوں سے ٹکر لی اور اپنے نام کے جھنڈے گاڑھے۔ یہ مسلم حقیقت ہے کہ ہجرت کا دکھ انسان کبھی مٹا نہیں سکتا مگر بعض اوقات ہجرت کے ثمرات اس انداز میں ملتے ہیں کہ انسان فلک کو چھونے لگتا ہے۔

ہجرت کا اردو ادب کے ساتھ گہرا تعلق ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ کوئی بھی کامیابی سفر کے بغیر نہ ممکن ہے اسی طرح ہجرت بھی بڑی تبدیلی کا باعث ہوتی ہے۔ اردو ادب کی ترقی و ترویج میں ہجرت کا گہرا کردار ہے۔ اردو غزل کے پہلے شاعر ولی دکنی جو دکن کا باشندہ تھا اس نے دکن سے دہلی کی طرف ہجرت کی اس کی ہجرت اردو زبان و ادب کے پہلے بڑا پیش خیمہ ثابت ہوئی جس کے بعد اردو غزل کو ترقی ملی اور ساتھ ساتھ اردو زبان میں شاعری کے لیے نئی راہیں کھل گئیں۔ اسی طرح "خدائے سخن" میر تقی میر نے بھی کئی ہجرتیں کیں مگر ان کی ہجرتیں اردو ادب کے لیے خصوصاً اصناف شاعری کے لیے کار آمد ثابت ہوئیں اسی طرح مرزا غالب نے آگرہ سے دلی کی طرف ہجرت کی اور وہیں مستقل سکونت اختیار کی۔ اگر اردو کے کلاسک شعرا کی فہرست تیار کی جائے تو اس میں بڑی تعداد ایسے شعرا کی ہے جن کو اپنے آبائی علاقے سے ہجرت کرنا پڑی۔ جدید شعراء میں ناصر کاظمی کا نام اِس حوالے سے بہت اہم ہے

اُردو فکشن میں ہجرت طرز احساس کے طور پر ابھری ہے۔ ادیب سوسائٹی کا سب سے حساس ترین فرد ہوتا ہے۔ اس سے سوسائٹی کا کوئی فعل چھپ نہیں سکتا۔ کیوں کہ وہ دوسروں کی نسبت زیادہ اثرات لیتا ہے۔ کالی داس کی "شکنتلا" میر امن کی داستان "باغ و بہار" میں دہلوی تہذیب کی عکاسی کی گئی۔ مرزا رجب علی بیگ سرور "فسانہ عجائب" میں میر امن سے دو قدم آگے نظر آتے ہیں۔ دھیرے دھیرے یہ احساس بڑھنے لگتا ہے۔

۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے بعد اردو ادب میں بے وطنی اور ہجرت کا احساس بہت زیادہ شدت سے ابھرتا ہے۔ ناول "آگ کا دریا" میں بے وطنی اور ہجرت کی داستان رقم کی گئی تہذیبوں کے بننے، سنوارنے، بیگانگی، اجنبیت اور تہذیب و معاشرت کے کئی مسائل سامنے آتے ہیں۔ انتظار حسین کا 'بستی، آگے سمندر ہے 'عبداللہ حسین کا " اداس نسلیں"، خدیجہ مستور کا " آنگن" اور "زمین" عبدالصمد کا "دو گز زمین"، خالد سہیل کا "ٹوٹا ہوا آدمی" "مقدس جیل" اور جوگندر پال کا "خواب رو" ایسے ناول ہیں جن کا مرکزی موضوع ہجرت اور بعد کے مصائب ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد یہ موضوع اس قدر اپنایا گیا کہ باقی تمام موضوعات ادیبوں نے پس پشت ڈال دیئے ہیں کیونکہ کہ ۱۹۴۷ء کا یہ المیہ اس قدرت دردناک اور وحشت ناک تھا کہ اس المیے سے مہاجرین کے ساتھ ساتھ مقامی بھی متاثر ہوئے۔

اردو شاعری اور ناول نگاری کے ساتھ ساتھ ہجرت کا یہ موضوع اردو افسانہ میں بھی اپنایا گیا اور افسانہ نگاروں نے بڑے زور و شور سے اس موضوع کو برتا۔ ہجرت کے موضوع پر لکھنے والوں میں سے منٹو، بیدی، قدرت اللہ شہاب، قاسمی، جوگندر پال، زاہدہ حنا، سید محمد اشرف، سریندر پرکاش، بانو قدسیہ، ایوب جوہر، اشفاق احمد، شوکت حیات، منشایاد۔ الطاف فاطمہ، مرزا حامد بیگ اور جیلانی بانو کے نام شامل ہیں۔ ان افسانہ نگاروں نے اپنے افسانوں میں ۱۹۴۷ء کے بعد پھوٹنے والے فسادات قتل و غارت، ظلم و ستم، لوٹ مار اور ہجرت اور اس کے بعد کے سنگین واقعات کا ذکر کیا ہے ان حالات واقعات کو جان کر قاری کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انسان وحشی بن کر

دولت ومال اور انسان کا پیاسا ہو گیا تھا حتیٰ کہ اس وقت کے وحشی نے اپنی وحشت سے دریائوں نہروں، ندیوں اور نالوں کا پانی سرخ کر ڈالا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت انسانیت ناپید تھی۔

عبداللہ حسین اردو کے بہت بڑے افسانہ نگار ہیں انہوں نے شاہکار افسانے لکھے ہیں۔ ہجرت عبداللہ حسین کا بڑا موضوع ہے یہ موضوع انہوں نے نہ صرف ناولوں میں بلکہ افسانوں میں بھی برتا۔ ''نشیب''عبداللہ حسین کا پہلا افسانوی مجموعہ ہے جو ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ جو پانچ افسانوی کہانیوں اور دو ناولٹ پ مشتمل ہے۔ جن کے نام درج ذیل ہیں "جلاوطن، ندوی، سمندر، دھوپ اور مہاجرین" ان پانچوں افسانوں کا مرکزی موضوع ہجرت ہے۔

> "ان میں بیشتر کہانیاں عبداللہ حسین کے بیرون ملک تجربات پر مبنی ہیں۔ ان کے نام ہی ملاحظہ کیے جائیں تو ہمیں یہ سمجھے میں بہت آسانی ہوتی ہے کہ یہ ایسے شخص سے جڑی کہانیاں ہیں جو دیار غیر میں رہ کر یارہ چکا ہے۔ جیسے مہاجرین، جلاوطن، واپسی کا سفر، سمندر وغیرہ۔ تقریباً ہر کہانی اور ناولٹ میں بنیادی کردار اکلاپے کا شکار ہے"(۶)

"جلاوطن" عبداللہ حسین کا بہت ہی خوبصورت افسانہ ہے جس کا مرکزی موضوع ہجرت اور مرکزی کردار ہیڈ کلرک مہاجر ہے۔ وہ روزی روٹی کی تلاش کی غرض میں دیار غیر میں جاتا ہے اس کی معاشی فکر تو دور ہوئی مگر جلاوطنی کی فکر نے اس کو ہمیشہ کے لیے جکڑ لیا ہے۔ ہیڈ کلرک دوسرے ملازموں کے ساتھ رہتے ہوئے بھی تنہائی کا شکار ہے۔ دیار غیر کا دکھ اس قدر ہے کہ اس سے غذا بھی چھوٹ گئی اور چائے کی ایک ٹھنڈی پیالی پر اکتفا کرتا ہے۔ اداسی اور تنہائی کی وجہ سے اس نے پرندوں اور جانوروں سے دل لگا رکھا ہے جو اس سے محو گفتگو بھی ہوتے ہیں اور دل کو لبھاتے ہیں اور کمرے میں داخل ہوتے وقت اس کا استقبال بھی کرتے ہیں۔ ہیڈ کلرک ان پرندوں اور خوبصورت جانوروں سے پیار کر کے اپنا جلاوطنی کا بوجھ ہلکا کرتا ہے اور مسکراتا چلا جاتا ہے۔ عبداللہ حسین لکھتے ہیں:

> "سب سے پہلے دو درمیانے قد کے بلڈاگ کتوں نے بھاگتے ہوئے آکر ہمارا استقبال کیا اور اگلی ٹانگیں اس کے رانوں پر رکھ کر کھڑے ہو گئے پھر برامدے میں لٹکے ہوئے پنجرے میں سے طوطے نے خوش آمدید کہا۔ وہ ہر ایک کو اس کے مزاج کے مطابق چھیڑتا۔ تھپکتا، کان مروڑتا، پائوں دباتا، ہاتھوں میں اٹھاتا یا دور سے ہاتھ ہلاتا، مسکراتا اور انہیں عجیب وغریب ناموں سے پکارتا"(۷)

انسان ہجرت جیسا پیچیدہ قدم اٹھا تو لیتا ہے مگر وہ اس کرب کو زندگی بھر نہیں بھول سکتا یہ ایسا دکھ جو انسان کو وقت سے پہلے بوڑھا کر دیتا ہے اور پیشانی پر سلوٹیں پیدا کر دیتا ہے جسم پر کمزوری اور سفیدی ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہے اس کی شناخت کے پہاڑ دھیرے دھیرے ریزہ ریزہ ہونا شروع ہو جاتے ہیں کیوں کہ ہجرت کے بعد سب سے بڑا مسئلہ دیار غیر کی تہذیب میں اپنی تہذیب و شناخت کو قائم رکھنا ہے لیکن ایسا ممکن نہیں ہے کہ وہ اپنی پہچان برقرار رکھ سکے۔ ادھر ہیڈ کلرک کے ساتھ یہی معاملہ ہے وہ دراصل مشرقی تہذیب کا نمائندہ ہے جب کہ دیار غیر مغرب تہذیب وثقافت کا مرکز ہے کلرک کو وہاں اور رونقیں اور بہاریں میسر نہیں آسکتی جو مشرقی تہذیب کی نشان ہیں۔ ساتھ وطن کی یاد کی آگ اس کے سینے میں سلگتی ہے جس کے باعث اس کا بدن روز بروز کمزور ہو رہا ہے وہ بڑی قد کاٹھ اور سیدھا بدن رکھنے والے شخص کی ہڈیوں میں خم پیدا ہوتا جا رہا ہے پھلدار درخت کی طرح اس کے بدن میں جھکائو آرہا ہے اور رگیں اُبھر رہی ہیں جس کی تصویر عبداللہ حسین نے یوں پیش کی ہے۔

"اس کی تھیلیوں والی آنکھیں اور راکھ کے رنگ کا مرجھایا ہوا چہرہ ایک ایسے شخص کا چہرہ ہے جو وقت سے پہلے بوڑھا ہو چکا تھا۔ اس کے سر پر برف کی طرح سفید گھنے بال تھے جو اس کے چہرے پر ایک خاص قسم کا کسی حد تک پریشان کن اثر پیدا کرتے تھے۔ اس کا جسم مدقوق تھا اور ماتھے اور گردن اور بازئوں پر میلے نیلے رنگ کی رگیں اُبھری رہتی تھیں۔"(۸)

عبداللہ حسین نے اس افسانے میں کھل کر ہجرت کے مسائل کو بیان کیا ہے کیوں کہ وہ خود اس کرب سے گزر چکے ہیں۔ ہجرت کا دکھ کس طرح شناخت کو مٹا دیتا ہے اور احساس کمتری کے ساتھ ساتھ نفسیاتی مسائل کے شکار کا باعث بنتا ہے جس سے انسان زندہ ہونے کے باوجود موت کے مترادف حالات میں گھرا ہوتا ہے یہ ہجرت انسانوں کو گروہوں اور فرقوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ "ندی" عبداللہ حسین کا ایک زندہ افسانہ ہے جس میں عشق، محبت، ناجائز اولاد کی نفسیاتی کیفیت کے ساتھ ساتھ اور طبقاتی تقسیم جیسے موضوعات شامل ہیں "سلطان" جو راوی بھی ہے اور مہاجر بھی ہے وہ بلا نکلا سے پیار بھی کرتا ہے جب بلا نکا اسے گھر پر دعوت کے لیے مدعو کرتی ہے تو بلا نکا کی سوتیلی ماں ابلائی کو معلوم ہوتا ہے کہ سلطان مشرقی تہذیب یعنی پاکستانی ہے تو وہ دعوت منسوخ کر دیتی ہے اور گھر میں فساد کھڑا ہو جاتا ہے۔

" جب میں نے اس سے تمہارے بارے میں کہا تو وہ بہت خوش ہوئی کیوں کہ یہ حقیقت ہے کہ آج تک میں نے کبھی کسی کو اس طرح اپنے گھر مدعو نہیں کیا، لیکن شام کو میرے باپ سے اس نے ذکر کیا تو اس نے اسے بتایا کہ پاکستان ایشیاء میں ہے اس سے سارا جھگڑا شروع ہوا۔"(۹)

عبداللہ حسین نے واضح کیا ہے کہ کس طرح دیار غیر میں مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اپنی توقیر، عزت و آبرو کس طرح دیار غیر میں ملیامیٹ ہوتی ہے مہاجر کو کس طرح الم ناک اور اذیت بھرے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے دیار غیر میں کس طرح نسلی، لسانی، تہذیبی و ثقافتی اور علاقائی تعصبات کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان سارے تعصبات میں سے سب سے زیادہ تکلیف دہ تعصب جو انسان کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتا ہے وہ وہ نسلی تعصب ہے جس طرح کالوں کو گوروں کے دیس میں کوئی مقام حاصل نہیں ہے بلکہ مغرب میں تو ان کی جان کی کوئی وقعت نہیں ہے عبداللہ حسین کے افسانوں پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر انور احمد لکھتے ہیں:

"ان کے افسانوں میں بہت بڑا حوالہ جلاوطنی کا ہے یہ ایک طرح کی ہجرت ہے جس کا تجربہ بہت سے پاکستانی کر رہے ہیں اس کے اسباب تہذیبی، فکری اور سیاسی بھی ہیں۔"(۱۰)

بیسویں صدی ہجرت، ظلم و ستم، جنگ و جدل، قتل و غارت، جلاوطنی اور بدامنی کی صدی ہے اس دوران کی علاقائی، ملکی، ریاستی، نسلی جغرافیائی اور تہذیبی تبدیلیاں رونما ہوئیں جس نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس صدی کے دوران ہونے والے فسادات کی بدولت دنیا کا نقشہ ہی تبدیل ہو گیا۔ کیونکہ بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں جنگ عظیم اول شروع ہوئی جس میں لاکھوں انسان مارے گئے اور جو زندہ بچے وہ ہجرت کے لیے مجبور ہوئے اور ان کی زندگی بھی اجیرن ہو گئی ابھی جنگ عظیم اول کے شعلے کچھ مدہم ہیں ہوئے تھے کہ جنگ عظیم دوم شروع ہو گئی جس کے نتیجے میں کئی فسادات پھوٹے اور ہجرت ہوئی عبداللہ حسین کا افسانہ "سمندر" میں ایسے لوگوں کی روداد ہے جو سارے کے سارے ہجرت، تنہائی اداسی اور جلاوطنی کا شکار ہیں۔ اس افسانے کا مرکزی کردار "فیروز" اداسی اور جلاوطنی کا شکار ہے اس کے علاوہ ضمنی کردار بھی اس کرب میں مبتلا ہیں۔ فیروز کا آبائی وطن پاکستان ہے اور وہ کینیڈا میں دو سال گزارنے کے بعد وطن واپس لوٹ رہا ہے اور بحری جہاز کے ذریعے سفر کر رہے ہیں۔ بنیادی طور پر اس بحری جہاز میں سفر کرنے

والے سارے کے سارے جلاوطنی، ہجرت اور اداسی کا شکار ہیں۔ اس سفر میں فیروز کی ملاقات "اینا" اور "سی گل" سے ہوتی ہے اور وہ اپنا دکھ فیروز کو سناتی ہے تو فیروز کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارے کے سارے اداسی کا شکار ہیں اور وطن واپس جارہے ہیں اسی دوران ایک لڑکا "اینا" کو بار بار چوم رہا تھا جو اینا میں دلچسپی رکھتا تھا فیروز بھی اینا سے محبت کرتا تھا وہ بار بار اینا سے پوچھتا ہے کہ یہ لڑکا کون ہے تو اینا بتاتی ہے:

"وہ لڑکا مجھ سے عمر میں بارہ سال چھوٹا ہے اور اپنے گھر جارہا ہے۔۔۔۔ وہ مشرقی جرمنی سے بھاگ کر آیا ہے اور اب وہاں نہیں جا سکتا مگر جانا چاہتا ہے اور جائے گا چاہے رستے میں مارا جائے چاہے پکڑا جائے مگر رات کے اندھیرے میں وہ سرحد کو پار کرے گا کیوں کہ اس کی ماں رہتی ہے اور ساری دنیا میں وہی اس کا گھر ہے۔"(۱۱)

اس افسانے کا خمیر سفر بے وطنی اور ہجرت سے لیا گیا ہے کیوں کہ اس افسانے میں تمام کے تمام کردار مہاجرین اور وطن واپس لوٹ رہے ہیں لیکن کچھ کی بد قسمتی ہے کہ ان کا وطن دو حصوں میں بٹ چکا ہے جیسے جرمن والوں کا ہے۔ دیوار برلن کی وجہ سے مشرقی و مغربی جرمنی کی تقسیم ہوئی مصنف کے علاوہ باقی سب کردار خوشی سے وطن سے جدا نہیں ہوئے بلکہ زندگی و موت کی کشمکش کی وجہ سے وطن سے بے وطن ہوئے اب یہ وطن کو واپس لوٹنا چاہتے ہیں مگر اب ان کے لیے ناممکن ہو چکا ہے ان کے گھر سے بے گھری اور مہاجرت کا دکھ بہت ہی گہرا اور مستقل ہے۔ عاصم بٹ اس افسانے کے کرداروں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مصنف اور ان سب لوگوں میں ایک مشابہت یہ بھی ہے کہ یہ سبھی اپنی زمینوں سے دور ہیں اور مہاجرت کا دکھ اٹھائے ہوئے ہیں لیکن ایک فرق یہ بھی ہے کہ مصنف اپنے وطن کو واپس لوٹ رہا ہے وہ اپنی مرضی سے اپنی زمین سے جدا ہوا تھا۔"(۱۲)

ہجرت ایک ایسا المیہ ہے جس سے کئی عارضے پھوٹتے ہیں۔ دھوپ عبداللہ کا ایسا افسانہ ہے جس میں سعید ایک ایسا کردار ہے جو "ناسٹلجیا" کے عارضے میں مبتلا ہے۔ سعید بیس سال بعد اپنے وطن واپس لوٹتا ہے اور ماضی کی یادوں میں کھو جاتا ہے اور اپنے وطن کی ہر ایک چیز کے بارے میں بیان کرتا ہے جو عبداللہ حسین کی جزئیات نگاری کا عمدہ ثبوت ہے سعید ماضی کی حسین یادوں کو تازہ کرتا ہے اور بیس برس پہلے کے لمحوں میں واپس لوٹنا چاہتا ہے مگر اب ایسا نہ ممکن ہے سعید اپنے وطن کی رسومات، مناظر، کھیتوں، عمارتوں، سکول اور ہم کلاس فیلوز کے ساتھ ساتھ اپنے اساتذہ کو بھی یاد کرتا ہے اس کو معاشرے کے خوبصورت لوگ یاد آتے ہیں دراصل سعید کو وطن سے دوری کا شدید احساس ہوتا ہے اور وہ دو دہائیوں قبل کے موسموں، مناظروں اور لمحوں میں جینے کا خواہش مند نظر آتا ہے وہ ان گھڑیوں کا متلاشی جو اب اس سے چھوٹ چکی ہیں سعید اپنے بچپن کو یاد کرتے ہوئے تصور کرتا ہے:

"اس پگڈنڈی پر اسی موسم میں وہ سات سال کا تھا۔۔۔۔ اس نے یاد کیا۔۔۔ اپنے باپ کے آگے دوڑ رہا تھا کہ پگڈنڈی ختم ہو گئی تھی اور وہ کنویں کے پانی کی نالی پھلانگ کر آگے نکل گیا تھا"(۱۳)

سعید کے علاوہ "دھوپ" میں جتنے بھی ضمنی کردار ہیں وہ سارے کے سارے ماضی پرست اور ماضی سے لگاؤ رکھنے والے ہیں ان لمحوں کو یاد کر کے یہ دلی تسکین تو حاصل کر لیتے ہیں مگر وہ خوشیوں اور مسرتوں بھرے لمحات لٹا نہیں سکتے وہ ماضی کو یاد تو کر سکتے ہیں مگر ماضی میں جا نہیں سکتے تو ان کے لیے ماضی کے لمحات اداسی، تنہائی اور الم کا باعث ہیں یہ ان کے لیے مستقل دکھ ہے۔ کیوں کہ سعید کی ماں رخصت ہو چکی ہے اور وہ باپ سے ماں جیسا پیار نہیں حاصل کر سکتا وہ پگڈنڈیوں کو چھو تو سکتا ہے مگر وہ اب باپ کے آگے سے دوڑ

نہیں سکتا۔ وہ سکول کی کھڑکیوں کو چھو سکتا ہے کمروں کو دیکھ سکتا ہے مگر وہ اب تحصیل علوم نہیں کر سکتا گویا یہ المیہ ان کے لیے ہمیشہ کے واسطے ہے۔

''مہاجرین" مجموعہ نشیب کا پانچواں افسانہ ہے دھوپ اور مہاجرین کی ایک ہی تکنیک ہے گویا یہ اس کا دوسرا حصہ ہے اور اس میں فلیش بیک کی تکنیک استعمال کی گئی اور ایک ہی طرح کا طرز احساس ہے یہ افسانہ دو دنوں کی کہانی پر مشتمل ہے ایک ۱۹۴۰ء جون کا ہے اور دوسرا جوان ۱۹۷۰ء کا ہے۔ پہلے دن کی کہانی میں شیخ عمر دراز (باپ) اور آفتاب (بیٹا) سامنے آتے ہیں۔ عمر دراز اداکار اور لکھاری بننے کے لیے بمبئی جاتا ہے مگر ناکام ہو کر واپس وطن لوٹ آتا ہے اور کھیتی باڑی کا کام شروع کر دیتا ہے ایک دن شیخ عمر دراز اور اس کا بیٹا آفتاب کھیت اور کھلیانوں کے گرد گھومتے ہیں اور آفتاب باپ سے عجیب و غریب سوال کرتا ہے جس کا احسن انداز میں عمر دراز جواب دیتا ہے جب آفتاب عمر دراز سے بمبئی سے واپس لوٹنے کی وجہ دریافت کرتا ہے تو عمر دراز کا ماضی کی یادوں کا بند دریچہ کھل جاتا ہے۔ وہ بیٹے کو تو جواب دیتا ہے مگر وہ خود ماضی کی یادوں میں کھو جاتا ہے اور اس کو اپنی ناکامی کا احساس اس قدر ہوا کہ وہ خودکشی کرنے پر مجبور ہو گیا۔

> ''کپڑے والی الماری کھول کر انہوں نے انداز سے اپنی دونالی بندوق نکالی اور اس میں دو کارتوس بھرے۔ کارتوس بھر کر انہوں نے بندوق کا دستہ زمین پر ٹکایا اور جھک کر کان نالیوں کے گول سیاہ سوراخوں سے لگا دیا جیسے کوئی آواز سننے کی کوشش کر رہے ہوں۔ پھر انہوں نے بازو لمبا کر کے انگلیاں لبلبی میں داخل کیں اور ایک زوردار جھٹکے سے دونوں لبلبیاں دبا دیں۔"(۱۴)

اسی دوسرے دن کا مرکزی کردار آفتاب اور اس کا بیٹا فاروق ہیں۔ آفتاب ۱۹۴۰ء میں زمین بیچ کر لاہور میں رہائش اختیار کر کے وکالت شروع کر دی مگر وہ باپ کی طرح ناکام رہا اور بڑا وکیل نہ بن سکا۔ ۱۹۷۰ء میں واپس وطن لوٹتا ہے تو بیٹا فاروق وہی سوال کرتا ہے جو آفتاب نے عمر دراز سے کیے تھے۔ آخر کار آفتاب وہی کہانی عمر دراز کی خودکشی کی سناتا ہے تو فاروق سوال کرتا ہے کہ آخر اس نے خودکشی کیوں کی۔ یہ سوال آفتاب کی یادوں کے ٹھہرے تلاب میں کنکر کا سا کام کرتا ہے اور آفتاب ماضی کی گھپا میں گم ہو جاتا ہے دراصل اس کے ذہن میں ماضی کی تمام یادیں یک لخت گھوم جاتی ہیں اور اس کا دل دھک سے رہ گیا مگر یہ اس کے لیے اس قدر دردناک ثابت نہ ہوا جس طرح عمر دراز کے ساتھ ہوا اور خودکشی کرنے سے بچ جاتا ہے۔ عبداللہ حسین نے فلیش بیک کی تکنیک استعمال کر کے افسانے میں دور رس اثرات چھوڑے ہیں جو قارئین کی ماضی کی یادوں کے دروازے کو کھٹکھٹاتی ہیں۔ یہ ماضی کے یاد کا دکھ ہجرت جیسے الم ناک حادثے سے پھوٹتا ہے جو بعض اوقات انتہائی اداسی کی طرف لے جاتا ہے اور انسان زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

آج کے دور میں انسان بہترین ذریعہ معاش کے تلاش کے لیے ایک سے دوسرے علاقے کی طرف منتقلی کے لیے جلد آمادہ ہو جاتا ہے تاکہ وہ بڑے شہروں، ملکوں اور ترقی یافتہ ملکوں میں پر مسرت زندگی بسر کر سکے۔ لوگ آج اپنے آپ کو ماڈرن اور ترقی یافتہ سمجھنے کے لیے اور بہترین زندگی گزارنے کے لیے دیہات سے شہر اور چھوٹے شہر سے بڑے شہرے کی طرف ہجرت کرتے ہیں تاکہ بہترین وسائل معاش تلاش کر کے دولت کما سکیں۔ مگر قدرت کی تقسیم ہے کہ ایسی ہجرت ہر کسی کے لیے خوشنودی کا باعث نہیں ہوتی اور آبائی وطن سے زیادہ زلت کی زندگی گزارنی پڑتی ہے یہی صورت حال ہم کو عبداللہ حسین کے افسانے "بیوہ" میں نظر آتی ہے۔ اکرم اور زہرہ تین مرلے زمین بیچ کر دیہات سے شہر کی طرف چلے آتے ہیں تاکہ خوشیوں بھری زندگی بسر کر سکیں۔ مگر قدرت کا کھیل

ہے کہ وہاں گائوں میں پیٹ تو بھر رہا تھا مگر شہر میں نوبت فاقوں تک جا پہنچی اور لقمے لقمے کو ترسنے لگے۔ آخر کار زہرہ جسم کا سودا کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے لیکن کب تک ایسا ممکن ہے آخر کار اس کا نحیف جسم ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

''زہرہ لیٹی رہی تو اکرم اس کے پاس زمین پر بیٹھ گیا۔ اٹھ روٹیاں گرم ہیں، ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ اٹھ۔ زہرہ نہ ہلی تو اکرم نے اسے دونوں کندھوں سے اٹھا کر بٹھایا۔ اس کی چوڑی کے ٹکڑے تائی پر گرے پڑے۔۔۔۔۔ زہرہ ایک لحظہ بھی نہ بیٹھی تھی کہ بے جان بت کی مانند واپس زمین پر جا گری۔"(۱۵)

ہجرت عبداللہ حسین کا بہت بڑا موضوع ہے جو اُردو اَدب میں ان کی شناخت کا بڑا حوالہ ہے۔ انھوں نے اس ہجرت کو نہ صرف اپنے ناولوں کا حصہ بنایا بلکہ افسانوں میں بھی ان کا پسندیدہ موضوع ہے انہوں نے ہجرت کو موضوع بنا کر ایسے افسانے لکھے جو قاری کی دل کی تاروں کو چھیڑتے ہیں اور اس قدر درد واَلم ناک اور دُکھ بھرے مناظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں جن کو اگر قاری تصور کرے تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات بات آنسوئوں تک جا پہنچتی ہے۔ مختصر طور پر عبداللہ حسین نے ہجرت کو موضوع بنا کر ایسے شاہکار افسانے تخلیق کیے ہیں جس میں ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔

حوالہ جات

۱۔ نسیم، قائم رضا، مرتضیٰ فاضل لکھنوی، (مرتبین)، نسیم اللغات، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز ایجوکیشنل پبلیشرز، ۱۹۸۱، ص، ۲۳۹

۲۔ احمد دہلوی، سید، مرتبہ، فرہنگ آصفیہ، (جلد سوم، چہارم)، لاہور، اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۱۰ء، ص:۸۰۶

۳۔ ''انسائیکلوپیڈیا اُردو، جلد نمبر ۲۳، لاہور، دائرہ معارف اسلامیہ، ۱۹۸۹ء، ص:۱۱۶

۴۔ خان شاہد وہاب، اُردو فکشن میں ہجرت، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۵ء، ص:۲۱

۵۔ شبلی نعمانی، علامہ، سلیمان ندوی، سید، (مرتبین)، (سیرۃ النبی)، لاہور، مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۱۲ء، ص:۱۹۷

۶۔ محمد عاصم بٹ، عبداللہ حسین شخصیت اور فن، اسلام آباد، اکادمی ادبیات، پاکستان، ۲۰۰۸ء، ص ۴۵

۷۔ عبداللہ حسین، جلاوطن، (مشمولہ)، نشیب، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء، ص ۱۶

۸۔ ایضاً ص:۱۳

۹۔ عبداللہ حسین، ندی (مشمولہ)، نشیب، ایضاً ص:۴۷

۱۰۔ انوار احمد، ڈاکٹر، اُردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان،، ۲۰۱۰ء، ص:۴۷۳

۱۱۔ عبداللہ حسین، سمندر، (مشمولہ)، نشیب، ص ۹۶

۱۲۔ محمد عاصم بٹ، عبداللہ حسین شخصیت اور فن، ص، ۵۶

۱۳۔ عبداللہ حسین، دھوپ، (مشمولہ)، نشیب، ص ۱۰۶

۱۴۔ عبداللہ حسین، مہاجرین، (مشمولہ)، نشیب، ص ۱۴۳

۱۵۔ عبداللہ حسین، بیوہ، (مشمولہ)، فریب، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص ۱۷

References in Roman Script:

1. Naseem, Qaim Raza, Murtaza Fazil Lakhanvi, (Muratbeen), Naseem-ul-Luhgat, Lahore, Sheikh Ghulam Ali and Sons Educational Publishers, 1981, p. 239

2. Ahmad Dehlavi, Syed, Murtab, Farhang Asafia, (Volume III, IV), Lahore, Urdu Science Board, 2010, p: 806

3. Encyclopaedia Urdu, Volume No. 23, Lahore, Daira Maarif-e-Islamia, 1989, p. 116

4. Khan Shahid Wahab,Urdu Fiction Mien Hijrat, Delhi, Educational Publishing House, 2005, p.21

5. Shibli Nomani, Allama, Sulaiman Nadwi, Syed, (Muratabeen),(Sirat-ul-Nabi), Lahore,Maktaba Islamia, 2012, p. 197

6. Muhammad Asim Butt, Abdullah Hussain Shakhsiat aur Fun, Islamabad, Akademi Adbiyat, Pakistan, 2008, p.45

7. Abdullah Hussain, Jila Watan, (Mashmola), Nasheeb, Lahore, Sang-e-Meel Publications, 2016, p.16

8. Ibid, p:13

9. Abdullah Hussain, Nadi (Mashmola), Nasheeb, also p.47

10. Anwar Ahmed, Dr., Urdu Afsana ek Sadi Ka Qasa, Islamabad, Muqtadar QaumiZuban, Pakistan, 2010, p: 473

11. Abdullah Hussain, Samandur, (Mashmola), Nasheeb, p.96

12. Muhammad Asim Butt, Abdullah Hussain Shakhsiat aur Fun, p.56

13. Abdullah Hussain, Dhoop, (Mashmola), Nasheeb, p.106

14. Abdullah Hussain, Muhajireen, (Mashmola), Nasheeb, p. 143

15. Abdullah Hussain, Bewa, (Mashmola), Fraib, Lahore, Sang-e-Meel Publications, 2012, p.17